AHMED NEDİM KASİMİ'NİN ŞAİRLİĞİ: ÇEŞİTLİ YÖNLERİNİN İNCELEMESİ

Hafsa AKHTAR*

Öz: İlerici bir şair olan Ahmed Nedim Kasimi'yi anlamak için, ilk olarak şiirlerinin içeriği hakkında bilgi sahibi olmak gerekmektedir. Çünkü bu içerikler, Kasimi'nin şiirlerini okuyucular için anlaşılır yapmaktadır. Şiirlerinde aşk, aşığın güzelliği, doğal güzellik, kırsal doğa, kırsal toplumdaki gerçeklik ve bunalım, insanlar ve onların hareketleri, insanlık ve toplumsal çabayı işlemiştir. Şiirsel yaşamının başlarında güzellik, aşk ve yaşamın mizacı gibi konuları ele almış ve bunları da "Rim Jhim›s Qatah" isimli şiirlerine eklemiştir.

Bu gibi derin konuları detaylı bir şekilde bir sonraki kitabı olan "Jalal-o-Jamal" da sunmuştur. Bu kitapta yukarıda sözü edilen konulara ek olarak, köylerdeki günlük yaşamı ve köylerdeki aşkı da göstermiştir. "Dasht-e-wafa" isimli şiirlerinde ise insanlık ve insanın gayretini konu olarak seçmiştir. Bu şekilde, şiirleriyle gerçekliği ve insanlığı vurgulayarak güzel bir dünya yaratmaya çabalamıştır. Bu çalışmamda, Ahmed Nedim Kasimi'nin şiirlerinin konuları derin bir şeklinde incelemeye çalıştım ki bu vesile ile okuyucular Kasimi'nin şiirlerini kolaylıkla anlayabileceklerdir.

Anahtar Kelimeler: Ahmed Nedim Kasimi, Şiir, İlerici Yazar, Urdu.

AHMAD NADEEM QASMI'S POET: AN ANALYSIS OF MISCELLANEOUS ASPECTS

Abstract: To understand the poetry of Ahmad Nadeem Qasmi as a progressive poet, it is necessary to have an idea about the contents of his poetry first. Because these contents made his poetry acceptable to the reader. As contents he preferred love, lover's beauty, natural beauty, rural nature, oppresses and reality of rural society, people and their actions, efforts and humanity in his poetry. At the beginning of his poetic life, beauty, love and nature of life have been preferred as contents in his poetic work; which have been inserted into his poetry "Rim Jhim's Qatah".

He presented these contents more deeply and in detail in his next book "Jalal-o-Jamal". In addition to the above mentioned contents in this book, he has shown the daily life of the village and love for the village. In his poetry "Dasht-e-wafa", he preferred humanity and man's effort as subject.

* Okt., Urdu Bölümü, Dhaka Üniversitesi, Bangladeş (hafsa11_du@yahoo.com).

In this way, he called for creating a beautiful world through his poetry by highlighting the reality and humanity. In my research article, I have tried to deeply review these contents of Ahmad Nadeem Qasmi's poetry, so that the reader will be able to easily understand the purpose of his poetry.

Keywords: Ahmad Nadeem Qasmi, Poetry, Progressive Poet, Urdu.

احمد ندیم قاسمی کی شاعری: متنوع جہات کا تجزیہ

خلاصہ: احمد ندیم قاسمی نے شاعری میں عشق، حسن، فطری مناظر، دیہی فطرت، دیہی سماج کا ظلم اور حقیقت، انسان اور اس کے اعمال، کوششیں اور انسانیت وغیرہ کو موضوع کے طور پر ترجیح دی۔ دیگر شاعروں کی طرح ندیم نے رومانوی شاعری سے اپنی شاعرانہ زندگی شروع کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اپنی شاعرانہ زندگی کے آغاز میں انہوں نے حسن، محبت، اور زندگی کی نوعیت کو اپنی شاعری کے موضوعات بنایا؛ جو ان کی شاعری کا مجموعہ "رم جھم" کے قطعات میں نظر آتا ہے۔ ان قطعات میں انہوں نے شاعری اور افسانہ کو یکجا کر کے ایک نئے سنگ میل کی بنیاد ڈالی۔ اس کے ساتھ ان قطعات میں ایک خاص علاقہ کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے، یہ ندیم کی پیدائش گاہ پنجاب ہے۔ یہ قطعات ندیم کی شاعرانہ شخصیت کا آئینہ دار ہیں۔

قاسمی نے ان موضوعات کو مزید گہرائی اور تفصیلات سے اپنی اگلی شاعری کا مجموعہ "جلال و جمال" میں پیش کیا ہے۔ اسی کتاب میں مندرجہ بالا مضامین کے علاوہ انہوں نے گائوں کی روزانہ زندگی کو پیش کیا ہے۔۔ ان کی شاعری کا مجموعہ "دشت وفا" میں انہوں نے انسانیت اور انسان کی کوشش کو موضوع کے طور پر اہمیت دی۔ اسی طرح انہوں نے حقیقت اور انسانیت کو نمایاں کرتے ہوئے اپنی شاعری کے ذریعے ایک خوبصورت دنیا بنانے کے لئے مطالبہ کیا ہے۔ میں نے اس تحریر میں احمد ندیم قاسمی کی شاعری کے ان موضوعات کو گہرائیوں سے جائزہ لینے کی کوشش کی ہے تاکہ قارئین ان کی شاعری کے مقاصد کو آسانی سے سمجھ سکے۔

کلیدی کلمات: احمد ندیم قاسمی، شعر، ترقی پسند شاعر، اردو.

بیسوی صدی میں جن کی اردو شاعری نے ادب اور معاشرہ کے رشتہ کو بہت وضاحت کے ساتھ پیش کرنے کی سعی کی ہیں ان محدودے چند شعراء میں سے احمد ندیم قاسمی اہم شخص ہیں۔ جدید اردو شاعروں میں ان کا نام بہت عزت اور شان کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے شاعری کی عمر زیادہ نہ ہونے کی باوجود بھی وہ ایک بلندی چھو گئے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں جو رنگ روپ پیدا کئے ہیں وہ صرف قابل تعریف ہی نہیں بلکہ بے مثال بھی ہیں۔ ان کے انداز بیان میں ایک انفرادی شان نظر آتی ہے۔

ان میں خاص بات یہ ہے کہ ان کی وضاحت پسندی نے کلام کو اپنی دور کی تفہیم کے لئے عصری تاریخ کا مددگار بنا دیا ہے۔ قاسمی اردو شاعری کے ایک اہم ستون ہیں۔ انکی پیدائش جنگ عظیم اوّل کے دوران ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔ ۱ اور ۱۹۲۵ء میں جب وہ اپنے والد کے انتقال کے دو سال بعد اپنے چاچا کے پاس کیمبل پور چلے گئے تھے تو پنجاب پر حالی اور اقبال کی شاعری کی حکومت تھی۔ ۱۹۲۵ء تک علاّمہ اقبال کی کئ تصنیفات مثلاً، علم الاقتصاد (۱۹۰۱)، فلسفۂ عجم (۱۹۰۸ئ)، اسرار خودی (۱۹۱۴ئ)، رموز بے خودی (۱۹۱۸ئ)، پیام مشرق (۱۹۲۳ئ) اور بنگ درا (۱۹۲۴ئ) طبع

کے میدان میں پہلے قدم رکھا اور افسانہ نگاری بعد میں شروع کی۔ ان کی پہلی نظم "مولانا محمد علی جوہر کا مرثیہ" ہے جو رسالہ "سیاست" لاہور سے جنوری، ۱۹۳۱ء میں چھپی گئی تھی۔۳ اب تک احمد ندیم قاسمی کے کئی شعری مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے اہم ہیں:

شعری مجموعہ		ادارہ اشاعات	سن شاعت
رم جھم (قطعات ورباعیات)	:	ادارہ فروغ اردو، لاہور	۱۹۴۴ء
جلال وجمال	:	نیا ارادہ، لاہور	۱۹۴۶ئ
شعلۂ گل	:	قومی دارالاشاعت، لاہور	۱۹۵۳ئ
دشت وفا	:	کتاب نما، لاہور	۱۹۶۳ئ
محیط	:	التحریر، لاہور	۱۹۷۶ئ
دوام	:	مطبوعات، لاہور	۱۹۷۹ئ
لوح خاک	:	اساطیر، لاہور	۱۹۸۸ء۴

ان کے یہ شعری مجموعے کے بارے میں فراق گورکھپوری کی ایک رای پیش کرنا مناسب ہے۔ انہوں نے "دشت وفا" کے دیباچے میں لکھا ہے:

"میرا اندازہ ہے کہ ندیم ہرگز کسی سطحی رو کے تحت شعر نہیں کہتے، بلکہ بہت ڈوب کر شعر کہتے ہیں۔ ان کی آواز میں جھول نہیں پڑتا۔ ان کی آواز کی رگیں ڈھیلی نہیں ہیں ان کی شاعری انکی ریاضت داخلی کی پیداوار ہے جو ان کے موضوعات کو "جلال وجمال" بخشتی ہے۔ جو ان کے الفاظ کی "رم جھم" کو گہربار بتادیتی ہے۔ جو "شعلۂ گل" میں کوندے کی لپک پیدا کر دیتی ہے اور "دشت وفا" میں پر وقار محبت کے پھول کھلاتی ہے جو ذات اور کائنات کو آہنگ کر دیتی ہے۔"۵

ندیم دیگر شاعروں کی طرح اپنی شاعری کا آغاز رومانیات سے کیا ہے لیکن اگے چل کر وہ حقیقت کشی کو اپنی شاعری کے لئے موضوع بنایا۔ اسی طرح اپنی شاعری میں وسعت اور گہرائی پیدا کی۔ ان کی ابتدائی شاعری رومانی شاعری ہونے کے باوجود واقعات سے بھرپور ہے۔ اور ان میں بھی انسانی زندگی کے مختلف پہلو اپنی تمام روشنائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ بے نقاب پیش آتے ہیں۔ ابتدائی شاعری میں انہوں نے جہاں میدانوں، کہساروں، سبزہ زاروں، کھیتوں، گاؤں کی گلیوں اور ان میں زندگی بسر کرتے ہوئے گھروں نوجوانوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں ان کی شاعری کی رومانیات ایک زبردست واقعات کے ساتھ ہم کنار نظر آتی ہیں۔ جس کا وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ان تمام موضوعات پر صرف توجہ ہی نہیں کی بلکہ ان کے درمیان اس طرح زندگی گذاری کہ یہ سب کے سب ان کی زندگی کا اہم جز بن گئی ہیں۔۶ وہ محبوب کی خوبصورتی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"دعوی تو کیا حسن جہاں سوز کا سب نے

دنیا کا مگر روپ بڑھایا تری جھب نے...

ہر زخم پہ دیکھی ہیں ترے پیار کی سہرے

یہ گل بھی کھلائے ہیں تری سرخی لب نے..

درکار ہے مجھ کو تو فقط اذن تبسّم

پتھر سے اگر پھول اگائے مرے رب نے

وہ حسن ہے انسان کی معراج تصور

جس حسن کو پوجا ہے مرے شعر و ادب نے"۷

ایسے ایک اور غزل میں ندیم نے محبت میں مبتلا ہونے پر اپنی حالت کی حقیقی کا اظہار اس طرح سے کیا ہے:

"اپنی آنکھوں میں بسالی تری حیرت میں نے

کہ پلک تک بھی نہ جھپکی دم رخصت میں نے...

سچ کہو اپنی محبت پہ ندامت سی ہوئی

جب بھی دیکھی تری اتری ہوئی صورت میں نے..

انتہا عشق کی یہ ہے کہ ترے ظلم میں بھی

کی محسوس ترے پیار کی شدّت میں نے..

اک دیا ہے جو نہ بجھتا ہے نہ پاس آتا ہے

عمر کاٹی کہ گزاری شب غربت میں نے

آج انا الانس کا مفہوم انا الحق ہے ندیم

دار پر کھنچ کے بھی بدلی نہیں نیّت میں نے"۔۸

اوپر پیش کی گئی پہلی غزل میں ان کی رومانی فکر و احساس کی جھلک نظر آتی ہے اور اس کے ساتھ ہی دوسری غزل میں رومانی موضوع پیش کرنے کے بعد حقیقت کی طرف توجہ دیا ہے۔ یہ ندیم کی شاعری کی ایک خاص خصوصیت ہے۔ ان کی شاعری کا یہ پہلو شروع ہی سے اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ وہ اپنی ارتقائی سفر میں حقیقت کے منزل سے ہمکنار ہونے والی ہے۔

ندیم نے خود "جلال و جمال" کے دیباچے میں ان کی حالات زندگی کے بارے میں لکھا ہے۔ وہ ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، وہیں پرورش پائے۔ اس لئے دیہات کی فضا اور ماحول سے انہوں نے جو اثرات قبول کئے وہ کبھی دوسرے احساسات سے مغلوب نہ ہو سکے۔ چنانچہ ان کی شاعری میں دیہات کی اس فضا اور ماحول کو بہت اہمیت ملی۔ انکی شاعری کے ذریعے انہوں نے دیہات کے لئے ان کی محبت اور احساس کو بخوبی پیش کی ہے۔ "میرا گائوں" نظم میں ندیم کہتے ہیں:

"رہوں گا اپنے وطن کے بہشت زاروں میں

جوان وان وادیوں، بلوان کوہساروں میں

یہ کچے مٹی کے گھر، یہ غریب رشتہ دار

یہ آڑھی ترچھی سی بوسیدہ چھپّروں کی قطار...

ندیم شہر سے اکتا چکی ہے طبع حزیں

یہیں کہیں ہے مرے شوق کی بہشت بریں"۹

دو اور نظمیں "گاؤں کی صبح" اور "گاؤں کا شام" میں ندیم نے بہت مستعدی طریقے سے گاؤں کی خوبصورت فطری مناظر اور روزمرہ کی زندگی کو تفصیل کئے ہیں۔ دیہات کی فضا میں حسن، خوبصورتی، تازگی، جاذبیت سے تو غافل نہیں تھا، مگر اہل دیہات کی حالت زار نے ابتدائی سے ندیم کو متاثر اور ان کے دل کو درد مند رکھا۔ وہ کہتے ہیں:

"تیرے نظروں میں تو دیہات ہیں فردوس، مگر

میں نے فردوس اس میں اجڑے ہوئے گھر دیکھے ہیں

جن کو تو رستم و سہراب کہا کرتا ہے

وہ جواں میں نے یہاں خاک بے سر دیکھے ہیں

میں نے گھوڑوں پہ پڑے دیکھے ہیں رخشندہ نجوم

میں نے لتھڑے ہوئے کیچڑ میں قمر دیکھلے ہیں

میں نے پھولوں کو عفونت میں گھرے دیکھا ہے

میں نے ملتے ہوئے مٹی میں گھر دیکھے ہیں"۱۰

ندیم کے ایسے بہت ساری نظمیں ہیں جو قارئین کے دل و دماغ کو چھولی اور ایک خاص مقام حاصل کی، ان میں بعض نظمیں دیہاتی رنگوں سے رنگین ہیں۔ دیہات کے چھوٹی چھوٹی چیزیں پر انہوں نے غور کی اور اسے اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ جیسا 'درانتی' جو دہقان کا ایک اوزار ہے لیکن اس کی اہمیت بہت ہے۔ جسے سیاسی رہنماؤں نے اپنے مختلف خیالات اظہار کرنے کے لئے استعمال کر چکے ہیں اور ابھی بھی کرتے ہیں۔ لیکن ندیم کو اس سے صرف انسانیت کی صدائی درد مطلوب ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

"چمک رہے ہیں درانتی کے تیز دندانے

خمیدہ ہل کی یہ الھڑ، جوان نور نظر

سنہری فصل میں جس وقت غوطہ زن ہو گی

تو ایک گیت چھڑے گا، مسلسل اور دراز

ندیم! ازل سے ہے تخلیق کا یہی انداز

ستارے بوئے گئے، آفتاب کاٹے گئے۔"۱۱

ان چند اشعار کو غلام رسول مہر نے اس طرح تفصیل کیا:

"درانتی کا عمل جس طرح ازل سے جاری چلا آتا ہے، اسی طرح رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔ ستارے بوئے جالیں گے، آفتاب کاٹے جالیں گے۔ ندیم ایک ایسی فصل کی کاشت کا خواھوں ہے، جو روئے زمین کو بہشت بنانے اور پوری کائنات انسانیت کے لئے راحت و اطمینان کامل کے سامان مہیار کر دے۔"۱۲

ندیم کی شاعری کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ نہ صرف دیہات کی اہل حالت کی تصویر کشی کی بلکہ اسی تصویر کشی پر غور کرنے کی دعوت بھی دی ہے۔ مثال کے طور پر چند اشعار حسب ذیل پیش کئے جاتے ہیں جہاں دیہات کی عملی پریشاں حالیاں ایک تاثیر انداز سے پیش کر دی گئی ہیں اور ساتھ ہی ان پریشاں حالیوں کے ختم کرنے کی دعوت بھی دی گئی ہے۔ مثلاً

"میں مہاجن کی تجوری کو سمجھتا ہوں راز

میں نے دہکان کی محنت کے ثمر دیکھے ہیں

سبز کھیتوں میں مجھے زہر نظر آتا ہے

زرد خوشوں کی رداؤں میں شرر دیکھے ہیں

میں نے جو دیکھا ہے، اے کاش، وہ تو بھی دیکھے

دل کی دھڑکن بھی سنے، دل کا لہو بھی دیکھے۔"۱۳

ایسے اور چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

"کیا کہوں، کتنی گھٹاؤں کے نچوڑے دامن

کشت احساس پہ اک بوند بھی ٹپکا نہ سکا

میں وہ تلوار ہوں، جو رقص کی پیاسی ہی رہی

میں وہ پرچم ہوں، جو طوفان میں بھی لہرا نہ سکا۔"۱۴

ان اشعار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ندیم نے جس طرح بخوبی کے ساتھ دیہات کے مناظر پیش کیا، وہاں رہنے والے کے حالات بیان کئے اسی طرح ان مظلوم کو اپنی طاقت کا احساس دلانے کی کوشش کی ہے۔ کوئی مصیبت، پریشانی یا رکاوٹ ندیم کو اپنی منزل تک پہنچنے سے رک نہ سکی۔ اور یہی ایک فطری شاعر ہونے کی اہم ثبوت ہے۔

ندیم بنیادی طور پر ایک انسان دوست شاعر ہیں۔ ان کی شاعری کا بنیادی موضوع انسانیت ہے۔ وہ انسان اور انسانی زندگی سے اتنا متاثر ہوئے کہ اس کو اپنا نصب العین بنالیا ہے۔ چنانچہ وہ رومانیت کے سحراؤں میں نہیں بھٹکتے اور یہ کہ اٹھتے ہیں:

"اسی شکست تمنا کے دم سے آج مجھے

دکھائی دیتے ہیں کتنے صنم چٹانوں میں

رہی عزیز کچھ ایسی جہاں کی لاج مجھے

کہ میں بھٹک نہ سکا تیرہ آسمانوں میں

کوئی گداز نہیں خلد کے فسانوں میں

مری بہشت ہے تنکوں کے آشیانوں میں

بڑا سرور ہے انساں کی داستانوں میں

نبھا سکا فقط انسان کا مزاج مجھے۔"۱۵

اس خیالات سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ ندیم صرف انسان اور انسانی مزاج کے حامی ہیں۔اور یہ صورت حال ان کے مزاج کی حقیقت پسندی خیالات کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔ندیم کو انسان کسی خاص رنگ،ملک یا پھر منصب سے نہیں بلکہ اس کی انسانیت سے بے شمار محبت ہے۔ وہ سارے کائنات کی انسانیت کے تقاضوں کو زندگی کے اہم فرض سمجھتے ہیں۔اور اس حقیقت کو اس انداز میں پیش کیا ہے۔

"تم نے افراد سے پیمان محبت باندھا

آدمیت کے تقاضوں کا وفادار ہوں میں"١٦

ندیم کی شاعری میں انسان کی عظمت کا تصور بہت نمایاں ہے۔وہ سمجھتے ہیں کہ انسان عظیم ہے۔انسان اپنی کوششوں اور کاوشوں کے ذریعے زندگی کو ارتقائی راہ دیکھتا ہے،اسے سنوارتا ہے۔ندیم اپنی نظم "انسان عظیم ہے"میں یہ خیالات پیش کئے ہیں کہ خدا کی عظمت اپنی جگہ مسلم ہے ۔کیونکہ انسان خدا کا مخلوق ہے اور خدائی ذات سے اس کو ایک خاص نسبت ہے اس لئے انسان بھی عظیم ہے۔ندیم خدا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

"توسنگ ہے اور وہ ثمر ہے　　　تو آگ ہے اور وہ اجالا

تونم ہے نمو کا پاسباں ہے　　　تو دشت ہے وہ چراغ لالہ

انسان نے تجھے حسن بنایا

انسان عظیم ہے خدایا

....

تووقت ہے،روح ہے،بقاہے وہ حسن ہے،رنگ ہے،خدا ہے

توجیسا ازل میں تھا سواب ہے وہ حسن ہے،رنگ ہے،خدا ہے

ہر شے کی پلٹ رہا ہے کایا

انسان عظیم ہے خدایا"١٧

ان بندوں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ندیم انسان کو فطرت کا شاہکار سمجھتے ہیں۔انسان ایک چراغ لالہ ہے۔جو اپنی علم اور محنت کے ذریعے زندگی کو روشن اور اجالا کر دیتا ہے۔اس کو فنا سے کوئی مطلب نہیں ہے۔وہ تعمیر میں یقین رکھتا ہے۔اس کا مقصد تو زندگی کو ثبات و دوام بخشتا ہے۔ اور یہی انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد ہے۔

زندگی کو سنورنے اور نکھارنے کا خیال ندیم کی شاعری میں بہت نمایاں ہے۔وہ زندگی کو ایک خاص سانچے میں ڈالنے کے خواب دیکھتے ہیں۔ اس لئے سحر کا ذکر ان کی شاعری میں ملتا ہے۔انسان کا عمل اس سحر کو لانے کے لئے مصروف کار ہے جس سے زندگی کی تاریکیاں دور ہو سکتی

ہیں۔ ندیم کے خیال میں رات کی تاریکیاں ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں، سحر تو بہار صورت آکے رہے گی اس کو کوئی روک نہیں سکتا کہ یہ زندگی کا طوفان ہے۔۱۸

"طلسم شب کا یہی تو رہے قدم نہ رکیں

اندھیرا ٹوٹ کے برسے مگر یہ سر نہ جھکیں

نجوم بجھتے رہیں تیرگی آمدقی رہے

سحر کا توڑ کسی ذمی نفص کے پاس نہیں"۱۹

ندیم کے خیال میں زندگی عمل سے عبارت ہے۔ انہیں کائنات کے ہر شے میں حرکت کا احساس ہوتا ہے۔ جیسے آفتاب کی شعاعوں میں ندیم کو ایک ایسی قوت دکھائی دیتی ہے جس سے انسان کے دامن نور کے جلوہ سے سیلاب ہو سکتی ہے۔ یعنی انسان اپنی محنت سے چھوٹی سی چھوٹی چیز کو بھی اپنے لئے مفید مند ثابت کر سکتا ہے۔ اس متعلق عبادت بریلوی کا یہ خیال ہے.. "ندیم سمجھتے ہیں کہ انسان اب ارتقائی سفر میں اس منزل پر پہنچ گئے ہیں جس کو وہ اسکے رقص نو سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اسی رقص نو میں انہیں زندگی کا نکھار نظر آتا ہے" ندیم کہتے ہیں:

"خورشید کے شعاعوں میں اک لرزش خفی — کہتی ہے سیل نور ہمارے جلو میں ہے

شبنم یہ کہہ کے صحن گلستاں سے اڑ گئی — میں کیسے تھم سکوں کہ ہر ایک چیز رو میں ہے

بھڑکے تو کائنات کے گوشے چمک اٹھیں — وہ خواب جو چراغ حقیقت کی لو میں ہے

وجدان کی اڑان میں اب تک نہ مل سکی — وہ تابش حیات جو اک نشت جو میں ہے

جینے میں اک تڑپ ہو تو مرنے میں اک وقار

انسان کا رنکھار اسی اقص نو میں ہے"۲۰

اس قسم کے خیالات کا بیان کرنا اس کے لئے ممکن ہے جو زندگی کو متحرک دیکھنا چاہتا ہے۔ جس کو زندگی کا حسن حرکت میں نظر آتا ہے۔ جس کے نزدیک انسان کی بلندی اور برتری اس میں ہے کہ وہ زندگی میں حرکت کے اس عمل کو تیز سے تیز تر کر کے حسن کو پیدا کرتا ہے۔ اور ندیم اس قسم کے سوچنے والے شاعر ہیں۔

ندیم کے ایسی بہت نظمیں ہیں جن میں موضوع کے طور پر دیہاتی ماحول کو پیش کیا گیا لیکن اصل میں وہ بھی انسانیات کی پکار ہے۔ مثلاً:

"دھرتی کا جو سینہ چیرے، آخر منہ کی کھائے

زر کی خاطر خون بہائے، لیکن خاک نہ پائے

جگ کی جھولی بھرنے والا اور دامن پھیلائے

ہرے بھرے کھیتوں کا آقا اور فاقوں مر جائے

مجھ سے تو اڑا سیدھا کھیل نہ دیکھا جائے

گاؤں کے البیلے، بانکے، مستانے، متوالے

بھولی بھالی دہقانی ماؤں کی گود کے پالے

....

جب ان پر چھا جاتے ہیں تہذیبوں کے سودائی

"دھرتی ماتا چلاتی ہے "میں لٹتی ہوں، ہائے

مجھ سے تو یہ اڑا سیدھا کھیل نہ دیکھا جائے"۲۱

یہ ایک ایسی سچی تصویر جو انسانیت کے طبقے کی دردناک اور دل کو چیر دینے والی تھی۔ ہمارے معاشرے میں ایسے بہت لوگ ہیں جو آزادی کے خواب تو دیکھتے ہیں مگر ظلم کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو مظلوم کو تو اپنی باتیں سے امید کی روشنی دیکھتے ہیں لیکن ضرورت پر سامنے نہیں آتے، قید و بند ہونے سے ڈرتے ہیں۔ ندیم ساتھ ہی مختلف طبقوں کا ایک اہم نقشہ بھی پیش کیا جو عوام کے تنخواہ دار خدمت گار ہیں۔ وہ خود بے انصافی سے ہر وقت مبتلا رہتے ہیں مگر اس کے لئے دوسروں کو ملزم ٹھہراتے ہیں۔ ندیم آخر میں ایسے لوگوں کو پیغام دیا ہے:

"آزادی پر مرنا، لیکن زنجیروں سے ڈرنا؟

بڑی بڑی تنخواہیں پانا اور من مانی کرنا؟

خود ہی آگ لگانا اور الزام کسی پر دھرنا؟

شاعر اور بھانڈوں کی طرح نوابوں کے گن گائے؟

مجھے تو یہ آڑا سیدھا کھیل نہ دیکھا جائے"۲۲

ندیم کی اکثر نظمیں گویا انسانیت کی خوبصورت تصویریں ہیں۔ انھوں نے ایک نظم میں انسان کی اشرافیت کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انسان جو پہلے بہشتوں کا لاڈلا اور فرشتوں کا مسجد تھا۔ جب کائنات میں آمد ہوا تو یہاں کے بے آب و گیاہ صحراؤں میں بہار کا منظر پیدا ہو گیا۔ اور سچ بات تو یہی ہے کہ انسان کی محبت سے ہی یہ کائنات آرستہ ہوئی۔ ندیم کہتے ہیں:

"بڑھا تو راہیں تراشیں، رکا تو قصر بنائے   اڑا تو گیت بکھرے، جھوکا تو پھول کھلائے"

وہ جس کے نام سے عظمت قسم اٹھاتی ہے   اس کی آج خدائی ہنسی اڑاتی ہے

"نہیں کسی سے بگڑ نا مرا سبھاؤ نہیں   مری سرشت میں گلزار ہیں، الاؤ نہیں

ہزار بار شکستوں پہ مسکرایا ہوں   مصیبتوں کی گرج میں بھی گنگنایا ہوں....

خدا شناس بھی ہوں اور خود شناس بھی ہوں   خدا سے دور بھی ہوں، اور خدا کے پاس بھی ہوں

یہاں زمیں پہ بھی تخلیق، کام ہے میرا کہ کبریائی سے منسوب نام ہے میرا

خدا کے ذہن کا فن پارۂ عظیم ہوں میں

تمام دہر کا دولھا ہوں میں، ندیم ہوں میں"۲۳

یہ نظم انسان کی پاکیزہ تصویر ہے اور انسان کے لئے صحیح راستے کی دعوت بھی ہے۔

ندیم کی نظم "نغمۂ انسان" میں اس حقیقت کو بڑی خوبی سے پیش کیا گیا ہے کہ انسان کے عمل اور حوصلہ اس زندگی کو گل و گلزار بنا دیتے ہیں۔ وہ زندگی کا سب سے بڑا خالق ہے چنانچہ انسان کے اس احساس کا اظہار ندیم اس طرح کیا ہے:

"اس خراب آباد میں مثل بہار آئیں گے ہم   بادہ ریز و رنگ بیز و نغمہ بار آئیں گے ہم

کوہساروں سے برنگ آبشار آئیں گے ہم   اور میدانوں میں بن کر برگ و بار آئیں گے ہم

اوس کے پیکر میں اتریں گے چمن زاروں پہ ہم

برق کی صورت میں کوندیں گے جہانداروں پہ ہم......

ہم نہ ہو تو اس طرح اجڑے خدائی کا سہاگ

جس طرح خرمن میں بجلی جس طرح جنگل میں آگ"۲۴

ندیم کی شاعری میں ایک اور اہم موضوع یہ ہے کہ انھوں نے ایک نئے نظام اقتدار کی نشاندہی کو پیش کیا ہے۔ ان کے خیال میں انسان کی سعی اور عمل کے ہاتھوں یہ نظام اقتدار وجود میں آتا ہے۔ اور ہر دور ایک آدم نو کے انتظار کرتی ہے تا کہ وہ زندگی کو صحیح راہ دیکھا سکے۔

"زندگی کو سنبھالنے کی مہم

کب مقدر کی اختیار میں ہے

یہ زمیں یہ خلا کی رقاصہ

آدمی نو کے انتظار میں ہے"۲۵

نئے دور کی آمد کی صدائی سن کر ندیم تلاش کرنے نکلے کہ واقعی نیا دور آگیا۔ لیکن وہ ہر طرف ترقیاں اور قدیم مناظر دیکھنے لگتے ہیں۔ یہ مناظر دیکھتے ہی وہ آواز اٹھاتے ہیں کہ نیا دور کے بجائے یہاں تو پرانے ہی مناظر پھیلے ہوئے ہیں:

"اب بھی انسان ہے اسباب و نتائج کا اسیر

قصر کے سائے میں اب تک ہے وہی جم غفیر

وہی جینا ہے مصیبت، وہی مرنا ہے حرام"۲۶

انسان میں نسل، رنگ کے تفریقوں سے وہ پریشان ہے، اسے دکھ ہوتا ہے اور اس کا اظہار اس طرح کیا ہے:

"ابھی نسلوں کے اک انبوہ میں محبوس ہوں میں

آدمیت کے تقاضے نہیں بیدار ابھی

مژدۂ حریت فقر سنانے والو!

کتنے سنصور ہیں موجود سر دار ابھی"۲۷

پھر بھی ندیم یہ امید رکھتے ہیں کہ ایک دن وہ آدم نو آئے گا، اس کا نصب العین محبت ہوگا۔ اور اسی محبت سے نسل اور رنگ کے فرق نہیں رہے گے۔ اسی طرح ایک انسان دوسرے انسان کے لئے اجنبی نہیں رہے گا:

"یہی یقین کہ انسان کی جہلت میں

بایں شکستہ دلی آشتی ہے قہر نہیں

وہ اعتماد ہے مجھ کو سرشت انساں پر

کسی بھی شہر میں جاؤں غریب شہر نہیں"۲۸

ندیم کا اسلوب سیدھا سادہ اور انداز صاف اور سلیس ہے۔ ان کے ہاں پیچیدگی نظر نہیں آتا۔ وہ موضوع کو سیدھے سادے انداز میں بیان کرنا پسند کرتے ہیں۔ وہ اظہار خیال اور ابلاغ میں علامتوں کا سہارا ضرور لیتے ہیں اور ان سے اپنی شاعری میں ایک نئی فضا پیدا کرتے ہیں لیکن ان علامتوں اور اشاروں کے نامانوس ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔ ان کی شاعری میں تخیل کی رنگین کاریاں بھی نئے نئے روپ اختیار کرتی ہیں۔ نظموں کے یہ حصے کس قدر رنگین اور شعریت سے کس درجہ بھرپور ہیں:۲۹

"کنارے اب رواں شبنمی شگوفوں میں

جہانِ رنگ شعاعوں کے انتظار میں ہے

ندی کی نرم روی میں نجوم اونگتے ہیں

اداس چاند نہاں نور کے غبار میں ہے

سحر کا ہے یہ تقاضا کہ آفتاب ابھرے

یہ جگنوؤں کا اک انبوہ کس شمار میں ہے"۳۰

چاند ندیم کا خاص استعارہ ہے۔ بہر حال چاند کے استعارے سے حسن کی تصویر کھینچی ہے بلکہ اس کا تصور دلایا ہے۔ مثلاً:

"گنجان مسنوبروں کے پیچھے

اک چاند ہزار چاند بن کر

تاروں کی طرح بکھر گیا ہے

اس سیل جمال کے سہارے

ماضی کے نشیب بھر گئے ہیں

ویرانۂ جاں سنور گیا ہے"۳۱

مثال کے طور پر اور ایک شعر حسب ذیل ہے:

"کیا بھروسا ہو کسی ہمدم کا

چاند ابھرا تو اندھیرا چمکا"۳۲

ان اشعار سے ایسا لگتا ہے کہ بہت سی یادیں زندہ ہو جاتی ہیں، کوئی کھوئی ہوئی شے پالی ہے۔ دل میں نئے احساسات پیدا ہوتی ہیں۔ اندھیرے میں کئی دیا اجالا لایا ہے۔ عبد المجید سالک نے "شعلۂ گل" کے دیباچہ میں ندیم کی غزل کے بارے میں یہ رائے دی ہے:

"اس کی غزل کا نقشہ بھی کھڑا کھڑا ہے۔ پرانے غزل گووں کے کلام کی طرح چپٹا نہیں۔ اس کی غزل میں سوز تو ہے، لیکن گداز نہیں۔ درد تو ہے لیکن نالہ نہیں۔ بلا شبہ پرانے نقادوں اور شاعروں کو ندیم کے کلام کے مطالعہ میں اکثر ٹھوکریں لگیں گی۔ انھیں جابجا چونکا دینے والے خیالات ملیں گے۔ جو انہوں نے پہلے کبھی نہیں سنے۔"۳۳

احمد ندیم قاسمی کی شاعری کے بارے میں فراق گورکھپوری نے "دشت وفا" کے دیباچہ میں لکھا ہے:

"ندیم کے اشعار میں زندگی اور مسائلِ زندگی کی بھرپور چوٹیں ہیں۔ ان کی آواز میں زندگی کے خواب، زندگی کے درد، زندگی کی فتوحات اور ان فتوحات سے بڑھ کر اہم چیز، زندگی کی شکستیں، گہرے اور پر خلوص سوچ کے عناصر، سب مل کر حل ہو گئے ہیں، اور ان کے نغمے فضائے زندگی میں وہ گونج پیدا کر رہے ہیں۔ وہ جھنکاریں اٹھا رہے ہیں۔ اس کھنک کو جنم دے رہے ہیں جو شاعر اور شاعری کو لازوال بنا دیتی ہے اور جو ہمیں زندگی کی گہرائیوں اور بلندیوں کی سیر کراتی ہیں اور بہت دور تک سیر کراتی ہیں اور ہماری زندگی کو ناقابل فراموش تجربات سے اور ان انمول احساسات سے مالامال کر دیتی ہیں۔"۳۴

ندیم کو ایک بلند پایہ شاعر قرار دیتے ہوئے انکی قطعات کے بارے میں ڈاکٹر تاثیر کی رائے یہ ہیں:

"ندیم نے اردو ادب میں ایک مستقل مرتبہ حاصل کر لیا ہے اور لطف یہ ہے کہ ان کا کلام قدیم اور جدید ہر رنگ کے صاحب نظر کو پسند آتا ہے۔ ان قطعات میں ندیم نے ایک نیا تجربہ ادبی کیا ہے۔ انہوں نے شاعری اور افسانہ کو یکجا کر دیا ہے۔ ہر قطعہ ایک نظم بھی ہے اور ایک مستقل افسانہ بھی۔ گویا یہ پرانی غزل اور نئی نظم کا امتزاج ہے۔ جس طرح غزل کا ہر شعر ایک مکمل اور مستقل حیثیت رکھتا ہے اسی طرح ہر قطعہ اپنی جگہ قائم و ثابت ہے۔ مگر تمام قطعات مل کر ایک نظم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک معین و مخصوص جذباتی فضا پیدا کرتے ہیں۔"۳۵

احمد ندیم قاسمی نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا، اسے محسوس کی اور غور کی۔ اس زندگی کے مختلف پہلو کو وہ اپنی شاعری کے موضوع بنایا۔ اس نے انسان کو عظیم سمجھا۔ وہ سمجھتے تھے ہر ایک مسئلہ کا حال انسان اپنی عمل سے کر سکتا ہے۔ اور یہ عمل سے وہ صرف معاشرہ نہیں بلکہ اس دنیا کو بھی سنوار سکتے ہیں۔ اور انہوں نے اسی انسان کی محبت اور عظمت کے گیت گائے ہیں۔ قاسمی کی شاعری نے اس صدی کی تیسری دہائی میں ترقی پسندانہ خیالات کی آبیاری میں مدد دی ہے۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ آج ندیم جیسی ہمہ جہت شخصیتیں بہت کم ہیں۔ اور جدید اردو ادب پر کوئی گفتگو قاسمی کو بیچ میں لائے بغیر ممکن ہی نہیں۔

SUMMARY

AHMAD NADEEM QASMI'S POET: AN ANALYSIS OF MISCELLANEOUS ASPECTS

Hafsa AKHTAR*

To understand the poetry of Ahmad Nadeem Qasmi as a progressive poet, it is necessary to have an idea about the contents of his poetry first. Because these contents made his poetry acceptable to the reader. As contents he preferred love, lover's beauty, natural beauty, rural nature, oppresses and reality of rural society, people and their actions, efforts and humanity in his poetry. Like other poets, he started his poetic life with romantic poem. At the beginning of his poetic life, beauty, love and nature of life have been preferred as contents in his poetic work; which have been inserted into his poetry "Rim Jhim's Qatah. Through these Qatahs he created a new poetry in combination with poetry and stories. Besides, a special locality has gained prominence in these Qatahs, that is the birthplace of Nadeem; Punjab. This book is the mirror of Nadeem's poetic personality.

He presented these contents more deeply and in detail in his next book "Jalal-o-Jamal". In addition to the above mentioned contents in this book, he has shown the daily life of the village. In this book his romantic feelings has became more profound. The Ghazals of this book are its bright example. In the poem of this book his love for the village has been expressed; Mera Gaon, Gaon Ki Subeh, Gao Ki Shaam are the great example.

From then on, the view of Nadeem's thoughts and life began to change. He became deeply concerned about the problems as well as solutions of life. As a result, in his next book "Showla-e-gul", he described the deprivation of the people behind the rural beauty. In the poem Dranti he presented the pathetic scream of a peasant. In the poem like Tulo, Azadi Ke Baad, Insan Azim Hai he took the reality as the subject and presented the real picture of Hindustan to the reader.

At the same time, he preferred the work of the people, tried to rise against exploitation. In his poetry "Dasht-e-wafa", he preferred humanity and man's effort as subject. In this way, he called for creating a beautiful world through his poetry by highlighting the reality and humanity. In my research article I have tried to deeply review these contents of Ahmad Nadeem Qasmi's poetry, so that the reader will be able to easily understand the purpose of his poetry.

* Lecturer, Urdu Department, University of Dhaka, Bangladesh (hafsa11_du@yahoo.com).

حوالہ جات

۱۔ڈاکٹر مرزا حامد بیگ،"اردو افسانے کی روایت"،اکاڈمی ادبیات پاکستان،۱۹۹۱ئ،ص۔۵۷۷

۲۔احمد ندیم قاسمی نمبر،مرتب نند کشور وکرم،عالمی اردو ادب،دہلی،۱۹۹۶ء،ص۔۳۰۰

۳۔"مکالمہ:اردو افسانے کی شناخت"،ماہ نو،لاہور،فروری۱۹۸۷ئ،ص۔۱۴

۴۔ڈاکٹر مرزا حامد بیگ،"اردو افسانے کی روایت"،ص۔۵۸۰

۵۔احمد ندیم قاسمی،دشت وفا،کتاب نما،لاہور،۱۹۶۳ء ص۔۱۸

۶۔احمد ندیم قاسمی نمبر،ص۔۲۹۲

۷۔احمد ندیم قاسمی،دشت وفاء ص۔۲۲۲

۸۔ایضاً،ص۔۲۰۰

۹۔احمد ندیم قاسمی،"میرا گاؤں"،جلال و جمال،نیا ادارہ،لاہور،۱۹۴۶ئ،ص۔۲۲۶

۱۰۔احمد ندیم قاسمی،"میرے افسانے"،جلال و جمال،نیا ادارہ،لاہور،۱۹۴۶ئ،ص۔۲۵۸

۱۱۔احمد ندیم قاسمی،"درانتی"،شعلۂ گل،قومی دارالاشاعت،لاہور،۱۹۵۳ئ،ص۔۶۴

۱۲۔احمد ندیم قاسمی،دشت وفا،ء ص۔۲۵

۱۳۔احمد ندیم قاسمی،"میرے افسانے"،جلال و جمال،ص۔۲۵۸

۱۴۔احمد ندیم قاسمی،دشت وفا،ص۔۲۹

۱۵۔احمد ندیم قاسمی،"مری شکست"،شعلۂ گل،قومی دارالاشاعت،لاہور،۱۹۵۳ئ،ص۔۱۰۷

۱۶۔احمد ندیم قاسمی،دشت وفا،ء ص۔۳۰

۱۷۔احمد ندیم قاسمی،"انسان عظیم ہے"،شعلۂ گل،ص۔۷۰

۱۸۔احمد ندیم قاسمی نمبر،ص۔۲۹۹

۱۹۔احمد ندیم قاسمی،"رات بیکراں تو نہیں"،شعلۂ گل،ص۔۵۶

۲۰۔احمد ندیم قاسمی نمبر، ص۔۲۹۴

۲۱۔احمد ندیم قاسمی،"کھیل"، جلال و جمال، ص۔۲۷۰

۲۲۔ایضاً

۲۳۔حمد ندیم قاسمی،"انسان"، شعلۂ گل، ص۔۳۶

۲۴۔حمد ندیم قاسمی،"نغمۂ انسان"، شعلۂ گل، ص۔۷۶

۲۵۔حمد ندیم قاسمی،"آزادی کے بعد"، شعلۂ گل، ص۔۴۹

۲۶۔احمد ندیم قاسمی،"اے مشیت تیری قوت کو سلام" دشت وفا، ص۔۲۰۶

۲۷۔احمد ندیم قاسمی، دشت وفا، ص۔۳۹

۲۸۔حمد ندیم قاسمی،"انسانیت"، شعلۂ گل، ص۔۸۷

۲۹۔عبادت بریلوی،"احمد ندیم قاسمی کی شاعری"، علمی اردو ادب، دہلی، ۱۹۹۶ئ، ص۔۲۹۶

۳۰۔حمد ندیم قاسمی،"سفر جاری ہے"، شعلۂ گل،، ص۔۶۶

۳۱۔احمد ندیم قاسمی،"ایک منظر" دشت وفا،، ص۔۱۰۱

۳۲۔احمد ندیم قاسمی، دشت وفا، ص۔۶۷

۳۳۔عبد المجید سالک، شعلۂ گل کے دیباچے، قومی دار الاشاعت، لاہور، ۱۹۵۳ئ، ص۔۱۳

۳۴۔احمد ندیم قاسمی، دشت وفا،، ص۔۱۷

۳۵۔احمد ندیم قاسمی،"رم جھم"(قطعات و رباعیات)، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۴۴ء، ص۔۱۰